© rasailojaraid.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

# صحت و توانائی

## اسلامی تعلیمات کا مطالعہ

## صحت - ایک فطری حالت

صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ جتنی بڑی نعمت ہے اتنی ہی عام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات اس سے بہرہ یاب ہیں صحت و تندرستی اس دنیا میں کسی بھی جاندار کی اصل حالت ہے۔ مرض اور بیماری اس کے لیے ایک عارض کی حیثیت رکھتی ہے یا استثنائی صورت کی۔ انسان بھی بالعموم صحیح سالم اور تندرست پیدا ہوتا اور فطری طور پر نشو و نما پاتا ہے۔

## انسان کے نشو و نما میں فطرت کا تعاون

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو انسان کے لیے بلکہ ساری مخلوقات کے لیے انتہائی موزوں اور مناسب بنایا ہے اور یہاں اس کے وجود و بقا، اور صحت و تندرستی کا پورا سامان رکھا ہے۔ اس سے وہ کسی محنت کے بغیر یا تھوڑی سی محنت سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔ ہوا، پانی، روشنی اور حرارت پر اس کی زندگی کا دار و مدار ہے۔ لیکن ان چیزوں کو مطلوبہ مقدار میں وہ اپنی سعی و جہد اور کوشش سے نہیں حاصل کر سکتا۔ لہٰذا ان چیزوں کی اسے جس مقدار میں اور جس تناسب سے ضرورت تھی یہ چیزیں اسی مقدار میں اور اسی تناسب سے بغیر کسی محنت کے عطا کیں جن چیزوں کو وہ کسب و محنت سے حاصل کر سکتا تھا ان کے اتنے بڑے ذخیرے رکھ دیئے کہ ان کا حصول اُن کے لیے ناممکن نہیں ہے سلیقہ سے ان کا استعمال ہو اور انصاف کے ساتھ ان کی تقسیم ہو تو سب ہی انسانوں کی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اللہ تعالیٰ نے جو وسائل حیات پیدا کیے ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس نے انسان کو دل و دماغ اور اعضاءِ رئیسہ دیئے، ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک اور دوسرے اعضاء وجوارح سے نوازا۔ یہی وہ آلات ہیں جن کی مدد سے وہ حسب حال اور ضرورت کے مطابق بقائے حیات کا بھی سامان کرتا ہے اور اپنی صحت کو بھی بحال رکھتا اور ترقی دیتا ہے۔ انسان اسی وقت بیمار ہوتا ہے جب کہ وہ اللہ کی نعمتوں کو انتہائی غلط طریقہ سے استعمال کرے اور سخت بے احتیاطی سے اپنی قوتوں کو ضائع کرے۔

## ضُعف و توانائی کے فطری مراحل

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انسان کم زور اور ناتواں پیدا ہوتا ہے، آہستہ آہستہ اس کی کم زوری دور ہوتی ہے، ایک خاص تدریج سے اس کی جسمانی اور دماغی قوتیں نشوونما پاتیں اور ترقی کرتی ہیں۔ جب وہ کمال کو پہونچ جاتی ہیں تو پھر ان کا زوال شروع ہوجاتا ہے۔ جوانی کی قوتوں پر بڑھاپا غالب آنے لگتا ہے اور ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی تصویر کشی اس طرح کی ہے۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝ | اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کم زوری کی حالت سے پیدا کیا، پھر کم زوری کے بعد قوت عطا کی، پھر قوت کے بعد کم زوری اور بڑھاپا طاری کیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔ |

بڑھاپا جب ایک حد سے آگے بڑھتا ہے تو آدمی بچہ کی طرح بے بس اور مجبور ہوجاتا ہے۔ قرآن نے ان تمام مراحل حیات کا ذکر ایک اور مقام پر اس طرح کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ | اے لوگو! اگر تم مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں شک میں ہو تو غور کرو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيۡرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَـكُمۡ‌ؕ وَنُقِرُّ فِى الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّكُمۡ‌ۚ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ شَيۡـئًا‌ ؕ

(الحج : ۵)

کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو پوری شکل و صورت والی بھی ہوتی ہے اور ناقص اور بے شکل بھی تاکہ اس کے ذریعہ ہم (اپنی قدرت) تم پر واضح کریں اور ہم ماں کے رحم میں جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچہ کی صورت میں باہر لاتے ہیں پھر (مہلت دیتے اور پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی جوانی کے زور کو پہونچو اور تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے اور تم ہی سے کوئی بدترین عمر تک پہونچا دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ سب جاننے کے بعد کچھ نہیں جانتا۔[1]

## انسان کے نشو و نما میں دوسرے انسانوں کا تعاون

اس دنیا میں تمام ذی حیات مخلوقات میں، جن میں نباتات بھی شامل ہیں بتدریج ترقی اور کمال اور پھر انحطاط اور زوال کا عمل جاری ہے، لیکن انسان اور دوسری مخلوقات

---

[1] یہ مضمون اختصار کے ساتھ سورۂ المومن (۶۷) میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس سے قرآن آخرت پر استدلال کرتا ہے کہ خدا نے جو قوانین مقرر کر دئے ہیں ان ہی کے تحت انسان عدم سے وجود میں آتا اور مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ کیا اس خدا سے یہ ناممکن ہے کہ موت کے بعد انسان کو ایک نئی زندگی اور نیا وجود عطا کر دے؟ انسان کی زندگی میں جن تغیرات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے آخرت اسی طرح کا ایک تغیر ہے جو بڑے پیمانے پر واقع ہوگا۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہر مرحلہ میں اپنے ابنائے نوع کے تعاون کا دیگر مخلوقات سے کہیں زیادہ محتاج ہے۔ انسانوں کے علاوہ اور ذی حیات مخلوقات میں یہ تعاون نہیں ہے یا برائے نام انھیں اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ نباتات فطری اسباب کے تحت وجود میں آتے ہیں، ماحول سے غذا حاصل کرکے بڑھتے اور نشو ونما پاتے ہیں اور پھل پھول دے کر اور اپنی بہار دکھا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان اپنے فائدہ کے لیے بھی نباتات کے لیے مناسب ماحول فراہم کرتا ہے۔ کسی پودے کے وجود میں آنے کے بعد اس کے بقاء و ترقی کے لیے اسی نوع کے پودوں کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ بیشتر حیوانات کو زندگی کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں اس مادہ یا نر اور مادہ کے تعاون کی ضرورت پیش آتی ہے جن سے انھیں وجود ملتا ہے۔ یہ تعاون فطری جذبہ کے تحت اور غیر اختیاری ہوتا ہے اور بہت ہی مختصر مدت تک باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ قانونِ فطرت کے مطابق بڑھتے اور اپنی عمر طبعی کو پہونچ کر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان کا معاملہ اس سے بہت مختلف ہے۔ اس کے وجود، بقا، حفاظت، نشو ونما، صحت و تندرستی میں جہاں فطرت تعاون کرتی ہے، وہیں ابنائے نوع کے تعاون کی اسے شدید ضرورت پیش آتی ہے۔ اس کے بغیر نہ تو اس کی جسمانی نشو ونما ہو سکتی ہے اور نہ ذہنی ترقی ممکن ہے۔ بلکہ اس کا وجود ہی خطرہ میں ہے۔ اس وجہ سے انسان کے سلسلہ میں ابنائے نوع کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ ایک انسان کا بوجھ جب بہت سے انسان اٹھاتے ہیں تب وہ کارزارِ حیات میں اپنا حصہ ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ یہیں سے انسان کے معاملہ میں قانون، اخلاق، حقوق اور ذمہ داریوں کی بحث پیدا ہوتی ہے۔ یہ بحث کسی دوسری مخلوق اور اس کی نوع کے افراد کے سلسلہ میں نہیں پیدا ہوتی۔ اسلام نے اس سلسلہ میں اپنے بے نظیر قانون اور اخلاق سے بھی مدد لی ہے اور خدا کا خوف اور اس کی رضا کی طلب کا جذبہ پیدا کرکے انسان کو اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ابنائے نوع کا بہترین تعاون بھی فراہم کیا ہے۔ وہ اس دنیا میں قدم رکھنے سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک کسی بھی مرحلہ میں اس تعاون سے محروم نہیں ہوتا۔ ماں باپ، خاندان، معاشرہ اور ریاست اس کی مدد کے لیے بہ وقت



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



موجود رہتے ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام نے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ کسی دوسرے نظام فکر و عمل کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔

## جسمانی توانائی تقویٰ کے منافی نہیں ہے

مذہب کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ انسان کی اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لیے آتا ہے۔ اسے انسان کے مادی مسئلوں، جسمانی تقاضوں، صحت و مرض اور توانائی اور کمزوری سے کوئی خاص دلچسپی یا سروکار نہیں ہوتا۔ یہاں اس خیال سے بحث نہیں ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس نے انسان کی اخلاقی اصلاح کے ساتھ اس کی صحت و توانائی کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ وہ کسی شخص کے لیے یہ بات قابل تعریف و تحسین نہیں سمجھتا کہ وہ ضعف و بے چارگی کی تصویر بنا رہے بلکہ وہ اسے تندرست و توانا اور متحرک و فعال دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ ایک صحت مند اور تندرست و توانا آدمی اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو جس طرح ادا کر سکتا ہے، اس کی توقع ایک کمزور اور ناتواں شخص سے نہیں کی جا سکتی۔ نیکی اور تقویٰ کے ساتھ ضعف و بے چارگی کا تصور چپک گیا ہے، حالانکہ یہ اس کا کوئی لازمی وصف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں سے زیادہ کون خدا ترس اور متقی ہوگا۔ ان کی زندگیاں دنیا کے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن مجید نے ان کی کمزوری اور ناتوانی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ عبادت و اطاعت میں ان کے شب و روز کے انہماک، دعوت و تبلیغ کے میدان میں ان کی مسلسل جدوجہد اور تگ و دو اور ضرورت پڑنے پر دشمنوں سے ان کے مقابلہ اور جہاد کا بیان جس تفصیل سے کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جسمانی لحاظ سے بھی اس قابل تھے کہ مختلف نوعیت کی یہ ساری ذمہ داریاں بہتر سے بہتر طریقہ سے ادا کر سکیں۔

## پیغمبروں کی مثالیں

قرآن مجید کے بیانات سے بعض پیغمبروں کی جسمانی قوت اور توانائی کا صاف الفاظ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں ثبوت ملتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ارشاد ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى | جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچ |
| اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ | گیا اور اس کا نشوونما مکمل ہوگیا تو ہم |
| نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ | نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم |
| (القصص: ۱۴) | اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ |

آیت میں 'اشد' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنیٰ میں علماء نے جسمانی مضبوطی اور عقلی پختگی دونوں کو شامل سمجھا ہے[1]۔ کہا جاتا ہے کہ تیس سے چالیس برس کی عمر میں یہ پختگی پیدا ہوتی ہے[2]۔

اس آیت کے فوراً بعد جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان سے ان کی جسمانی قوت اور توانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے مصر میں قیام کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبطی اور ایک اسرائیلی باہم لڑ رہے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کا اس طرف سے گزر ہوا تو اسرائیلی نے جو قبطی تھا اور پٹ رہا تھا مدد کی درخواست کی۔ وہ مدد کے لیے آگے بڑھے، قبطی اپنی زیادتی سے باز نہیں آیا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک گھونسہ اسے مارا تو وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔

اسی طرح جب وہ مدین پہونچے تو دیکھا کہ ایک کنویں پر لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں خاموش ایک کنارے اس انتظار میں کھڑی ہیں کہ مرد ہٹ جائیں تو اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ انھوں نے آگے بڑھ کر ان کی مدد کی۔ یہ لڑکیاں حضرت شعیبؑ کی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ کی حضرت شعیبؑ سے ملاقات ہوئی تو ان لڑکیوں نے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ انھیں خدمت پر رکھ لیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ | بے شک بہتر نوکر جسے آپ رکھنا چاہیں |

---

[1] زمخشری کہتے ہیں۔ الاشدہٗ کمال القوۃ والعقل والتمییز۔ الکشاف: ۶/۳

[2] ابن منظور، لسان العرب: مادہ 'ش'، 'د'، 'د' نیز ملاحظہ ہو۔ آلوسی: روح المعانی: جز ۱۲ ص ۲۰۹



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



الْاَمِیْنُ (القصص: ۲۶) وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔

بعد میں ان ہی میں سے ایک سے حضرت موسیٰ کی شادی ہوئی۔

حضرت یوسفؑ کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا — جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہونچے
وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ — تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا اور
(یوسف: ۲۲) — اسی طرح ہم نکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔

یہاں بھی 'اَشُدّ' کا لفظ آیا ہے۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں قوت اور شباب کا انتہا کو پہونچنا۔ اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔ ولما بلغ منتہی شدته وقوته فی شبابه۔ یعنی جب وہ اپنی جوانی میں قوت اور مضبوطی کی آخری حد کو پہونچ گئے۔[1]

یہ حضرت یوسفؑ کی جسمانی مضبوطی اور توانائی کا ذکر ہے۔ جب وہ اس مرحلہ میں پہونچے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں علم وحکمت سے بھی نوازا۔

حضرت داؤدؑ کے بارے میں قرآن مجید کا بیان ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ — اور ہم نے انھیں تمہارے فائدہ کے
لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ — لیے زرہ کی صنعت سکھائی تھی تاکہ تمہاری
فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ — جنگ میں تمہاری حفاظت ہوسکے پس کیا
(الانبیاء: ۸۰) — تم اس کا شکر ادا کرتے ہو؟

ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ — اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم

---

۱؎ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نے یہ نہیں بتایا کہ یہ کس عمر کا ذکر ہے، البتہ اس مسئلے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں لیکن جس بات کی قرآن نے تعیین نہ کی ہو اس کی تعیین کی کوئی ضرورت نہیں ہے (ابن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن: ۱۶/۲۱-۲۳ تحقیق محمود محمد شاکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۚ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (سبا: ۱۱)

کر دیا کہ تم اس سے کشادہ زرہیں بناؤ کڑیوں کے جوڑنے میں صحیح اندازہ کرو اور نیک کام کرو بے شک تم جو کچھ کرتے ہو اسے میں دیکھ رہا ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس لوہے کی صنعت تھی۔ وہ اس میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے اور اس کا بہترین استعمال کر سکتے تھے. کہا جاتا ہے کہ جنگ کے لیے زرہیں ان ہی نے ایجاد کیں۔ یہ زرہیں اتنی عمدہ ہوتی تھیں کہ ان کے استعمال میں زحمت اور دقت نہیں پیش آتی تھی۔

حضرت سلیمانؑ کے متعلق قرآن نے کہا۔

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ (سبا: ۱۲)

ہم نے اس کے لیے تانبہ کا چشمہ بہا دیا۔

بعض تفسیری روایات کی روشنی میں اس کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے پانی کی طرح تانبے کے چشمے بہا دئے گئے اور وہ تین دن تک بہتے رہے، اس کا دوسرا مفہوم یہ لیا گیا ہے، گو اسے مفسرین نے مرجوح کہا ہے، کہ حضرت سلیمانؑ کے لیے تانبہ کو نرم کر دیا گیا تھا، وہ اسے پگھلائے بغیر بھی اس سے مختلف چیزیں بنا سکتے تھے[1]

یہاں تفسیری مباحث میں جانے کا موقع نہیں ہے. لوہے اور تانبہ کی ان مصنوعات کے سلسلہ میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ اپنے ماتحت افراد سے بھی فطری طور پر مدد لیتے رہے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان میں ان کی عملی شرکت غیر معمولی قوت اور توانائی کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ قوت انھیں حاصل تھی[2]

---

[1] آلوسی: روح المعانی جزء ۲۲ ص ۱۱۷

[2] صحیح حدیث میں آتا ہے۔ اِنَّ نبی اللہ داؤدؑ کان یاکل من عمل یدہٖ۔ بخاری کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہٖ (بے شک اللہ کے نبی داؤدؑ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتدل قد و قامت، ظاہری حسن، قوت و توانائی، مضبوط دست و بازو اور چوڑی ہڈیوں کا تفصیل سے ذکر ہے[۱]
ایک خاص موقع پر حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ آپ کو تیس آدمیوں کی قوت عطا ہوئی ہے[۲]
حضرت موسیٰؑ کے بعد کا ذکر ہے کہ بنو اسرائیل نے وقت کے پیغمبر سے، جن کا نام ہمارے مفسرین نے شموئیل بتایا ہے، درخواست کی کہ ان کا ایک بادشاہ (قائد) مقرر کیا جائے تاکہ وہ اس کی قیادت میں دشمنوں سے مقابلہ کر سکیں۔ پیغمبر نے اللہ کے حکم سے طالوت کو اس منصب پر متعین فرمایا تو وہ اس کی مخالفت کرنے لگے کہ طالوت ایک تو حضرت یعقوبؑ کی نسل سے نہیں ہیں دوسرے یہ کہ ان کی کوئی مالی حیثیت نہیں ہے۔ ایک غیر اسرائیلی اور وہ بھی نادار شخص کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں پیغمبر نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ | بے شک اللہ نے اسے تمہارے |
| وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ | مقابلہ میں منتخب کیا ہے اور اسے علمی |
| وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ | اور جسمانی قوتیں فراوانی کے ساتھ دی ہیں |
| مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ | اللہ اپنی سلطنت جسے چاہتا ہے دیتا ہے |
| (البقرہ: ۲۴۷) | اور اللہ وسعت والا اور علم والا ہے۔ |

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ امامت و قیادت کا تعلق حسب نسب سے نہیں بلکہ علم اور قوت و طاقت سے ہے[۳]

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھی جائے۔ ترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی صفۃ النبیؐ۔

[۲] بخاری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد الخ۔ انبیاء علیہم السلام بیمار بھی ہوتے ہیں، ان پر شباب کے بعد پیری اور ضعف بھی طاری ہوتا ہے۔ یہ سب بشری تقاضے ہیں۔ اسی طرح حضرت ایوبؑ کو شدید مرض اور مالی نقصان کے ذریعہ آزمایا گیا۔ اس نوعیت کی آزمائش استثنائی مثال ہے یہاں انبیاء کرامؑ کی عام حالت کا ذکر ہے۔

[۳] علامہ قرطبی کہتے ہیں۔ انہا (الامامۃ) مستحقۃ بالعلم والدین والقوۃ لا بالنسب۔ الجامع لاحکام القرآن: ۲۴۶/۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کا مطلب یہ ہے کہ قوت و توانائی، تقویٰ اور خدا پرستی کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسے دین کی خدمت اور سربلندی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

## تندرستی ہزار نعمت ہے

مال و دولت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اسے اس کا 'فضل' کہا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صحت اور تندرستی اس سے بڑی نعمت ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تازہ غسل فرما کر، جس کے آثار سر مبارک سے نمایاں تھے، تشریف لائے، ہم نے عرض کیا حضور! ہم آپ کو خوش و خرم دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں الحمدللہ میں تازگی اور انبساط محسوس کر رہا ہوں۔ اس کے بعد مجلس میں دولت کا ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لا بأس بالغنى لمن اتقى الله عزوجل والصحة لمن اتقى الله خير من الغنى وطيب النفس من النعم۱ | جس شخص کے اندر خدا کا خوف اور تقویٰ ہو اس کے لیے دولت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحت و تندرستی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے دولت سے بھی بہتر ہے۔ طبیعت کی تازگی اور بشاشت بھی ایک نعمت ہے۔ |

## مومن قوی مومن ضعیف سے بہتر ہے

خدا کا خوف ہو تو صحت اور تندرستی آدمی کے دین و ایمان کے لیے نقصان دہ نہیں، سود مند اور مفید ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

۱ ابن ماجہ، ابواب التجارہ، باب الحث علی المکاسب۔ مسند احمد: ۳۷۲/۵، ۳۸۱



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



المومن القوی خیر واحب الی اللہ من المومن الضعیف وفی کل خیر[1]

طاقتور مومن کم زور مومن سے بہتر اور مجھے زیادہ پسند ہے (گو ان میں سے) ہر ایک میں خیر ہے۔

ایمان خیر و خوبی کا سرچشمہ ہے۔ جس شخص کے اندر ایمان و یقین ہے اس کا دامن بھلائیوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ اگر وہ جسمانی لحاظ سے بھی مضبوط اور طاقتور ہے تو کم زور و ناتواں مومن کے مقابلہ میں خدا اور بندوں کے حقوق بہتر طریقہ سے ادا کر سکتا ہے۔ اور اس کا وجود معاشرہ کے لیے زیادہ سودمند اور مفید ہو سکتا ہے۔ کم زور انسان کو دوسروں کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو شخص تندرست و توانا ہے وہ دوسروں کو سہارا دے سکتا ہے۔

## صحت کی حفاظت کی جائے

صحت کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہدایت ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اسے ضائع نہ کیا جائے۔ بعض اوقات 'دین داری' کے جوش میں صحت کی طرف توجہ نہیں ہو پاتی اور آدمی کی قوتیں جلد جواب دینے لگتی ہیں۔ یہ ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ عبادت اسلام کی جان ہے۔ اس کے بغیر اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن اسلام نے عبادت میں بھی صحت اور تندرستی کا پورا خیال رکھا ہے اس نے عبادت میں اس قدر غلو اور انہماک سے منع کیا ہے، جس سے صحت اور تندرستی برباد ہو جائے اور آدمی زندگی کے دوسرے میدانوں میں جدوجہد اور تگ و دو کے قابل نہ رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا عبادت میں انہماک بہت بڑھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا یہ بات صحیح ہے کہ تم دن میں مسلسل روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں! یہ صحیح ہے۔ اس سے میرا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔ آپ نے

---

[1] مسلم، کتاب القدر، باب الایمان بالقدر والاذعان لہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فلا تفعل صم وافطر | ایسا نہ کرو، روزے رکھو بھی اور چھوڑ |
| وقم ونم فان لجسدك عليك | بھی دو، قیام بھی کرو اور سوؤ بھی اس |
| حقاً وان لعينك عليك حقا | لیے کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے |
| وان لزوجك عليك حقا | اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور |
| وان لزورك عليك حقا | تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے |
| وان بحسبك ان تصوم | مہمان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے لیے |
| من كل شهر ثلاثة ايام[1] | مہینہ میں تین دن روزے رکھنا کافی ہے۔ |

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فانك اذا فعلت | اگر تم (دن رات) اس قدر عبادت |
| ذالك هجمت عليك | کروگے تو تمہاری آنکھیں (برداشت نہ |
| ونفهت نفسك[2] | کرسکیں گی) اور حملہ کردیں گی، اور تمہارا نفس |
| | (یہ بوجھ اٹھا نہیں سکے گا اور) تھک جائے گا۔ |

ایک اور روایت میں "نہکت" کا لفظ آیا ہے[3] یعنی یہ کہ تم کم زور اور لاغر ہوجاؤ گے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو چیزیں حلال کی ہیں، تم ان کے ذریعہ اس کی ضرورتیں پوری کرو، جیسے کھانا پینا اور راحت کہ جس سے بدن کی طاقت قائم رہے تاکہ اللہ کی عبادت میں اس سے مدد ملے۔ نفس کا یہ بھی حق ہے کہ ماسوی اللہ سے اس کا

---

[1] بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم۔

[2] بخاری، کتاب التہجد، باب.....

[3] [illegible] ۳۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



رشتہ کٹ جائے۔ لیکن یہ ایک قلبی کیفیت ہے۔ (اس کا تعلق انسانوں کے حقوق سے نہیں ہے) آپؐ نے ارشاد فرمایا 'و ان لاھلک علیک حقا' (تم پر تمہارے اہل کا بھی حق ہے) مطلب یہ کہ دنیا اور آخرت کے نقطۂ نظر سے جو چیزیں ان کے لیے ضروری ہیں ان پر نظر رکھو اور ان کی فکر کرو۔ 'اہل' سے مراد بیوی ہے۔ اس سے وہ سب افراد بھی مراد ہو سکتے ہیں جن کا نفقہ آدمی پر واجب ہے[1]

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے ساتھ بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو طلب فرمایا۔ حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ کیا تم میری سنت سے پھر گئے ہو؟ انھوں نے عرض کیا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے۔ میں تو آپ کی سنت کا طالب ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں رات میں سوتا بھی ہوں اور نماز (تہجد) پڑھتا بھی ہوں، روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ اے عثمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

| | |
|---|---|
| فان لاھلک علیک حقا و ان | اس لیے کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، تمہارے |
| لضیفک علیک حقا و ان | مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا تم پر حق |
| لنفسک علیک حقا فصم | ہے لہٰذا روزے رکھو اور چھوڑ بھی دو نماز بھی پڑھو |
| وافطر وصل ونم[2] | اور آرام بھی کرو (تاکہ یہ سارے حقوق ادا ہو سکیں) |

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے 'ان لاھلک علیک حقا' (تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے) اس کی تشریح میں امام خطابی فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| یرید انہ اذا اداب | آپؐ کا منشا یہ ہے کہ جب وہ اپنے |
| نفسہ وجہدھا ضعفت | نفس کو تھکا دیں گے اور طاقت سے زیادہ |

---

[1] فتح الباری: ۳۸/۳-۳۹ [2] ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب مایومر بہ من القصد فی الصلوٰۃ۔ دارمی نے یہ حدیث کسی قدر تفصیل کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی ہے۔ ۱۲۹/۲



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قوا ہ فلم یستطع لقضاء حق اھلہ [1] — اس پر بوجھ ڈالیں گے تو ان کے قویٰ کم زور ہو جائیں گے اور ان کے لیے اپنی بیوی کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

جو حقوق انسان پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے ایک بیوی کا حق ہے۔ اس طرح کے اور بہت سے حقوق ہیں۔ امام خطابی نے جو بات کہی ہے وہ ان سب پر صادق آتی ہے۔ اگر آدمی ضعف و ناتوانی کا شکار ہو تو کوئی بھی حق ٹھیک سے ادا نہیں کر سکتا۔

ایک اور روایت میں بھی صحت کے ساتھ اس طرح کی زیادتی سے منع کیا گیا ہے۔ مجیبۃ الباہلیہ اپنے والد (عبداللہ بن الحارث) یا چچا کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوئے اور واپس لوٹ گئے۔ پھر ایک سال بعد خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس عرصہ میں ان کی شکل وصورت اور ہیئت اس قدر بدل چکی تھی کہ آپ نے انھیں نہیں پہچانا۔ انھوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ مجھے پہچان نہیں رہے ہیں؟ میں باہلی ہوں گزشتہ سال حاضر خدمت ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ تم تو بہت خوبصورت تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ جب سے آپ کے پاس سے گیا ہوں صرف رات کا کھانا کھاتا رہا ہوں (دن میں مسلسل روزے رکھے ہیں) آپ نے فرمایا۔ تم نے اپنے نفس کو اس عذاب میں کیوں ڈالے رکھا؟ رمضان کے روزے رکھو اور ہر مہینہ ایک روزہ رکھ لیا کرو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اس میں کچھ اور اضافہ فرمائیں۔ اس لیے کہ میرے اندر اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا مہینہ میں دو روزے رکھو۔ انھوں نے کچھ اور اضافہ کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ ہر مہینہ تین روزے رکھو۔ اس پر بھی انھوں نے مزید اضافہ چاہا تو آپ نے فرمایا اشہر حرم (رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم) میں اس طرح روزے رکھو۔ پھر انگشتہائے مبارک سے سمجھایا کہ تین دن روزے رکھو

---

[1] معالم السنن: ۲۸۱/۱



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور تین دن چھوڑ دو۔[۱]

## صحت سے فائدہ اٹھایا جائے

صحیح بات یہ ہے کہ اسلام صحت اور تندرستی سے غفلت اور بے نیازی کی اجازت نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ وہ اس پر بھی زور دیتا ہے کہ صحت سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان سے اس معاملہ میں بڑی کوتاہی کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| نعمتان مغبون فیهما | دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے |
| کثیر من الناس | میں بہت سے لوگ دھوکے میں پڑے رہتے |
| الصحة والفراغ[۲] | ہیں اور وہ ہیں صحت اور فرصت۔ |

اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے صحت اور تندرستی۔ دوسری نعمت ہے معاشی فراغت۔ ان دونوں نعمتوں سے بعض لوگ محروم ہوتے ہیں۔ بعض کو صحت اور تندرستی تو ملتی ہے لیکن معاشی پریشانیاں انھیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتیں۔ بعض کو معاشی فراغت حاصل ہوتی ہے تو صحت کی خرابی ان کے لیے غارت گر سکون ہوتی ہے۔ جو شخص ان دونوں نعمتوں سے ہم کنار ہو اس کے پاس قوت کار بھی ہوتی ہے اور لمحات فرصت بھی اسے میسر ہوتے ہیں۔ ان سے وہ امور خیر میں فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن انسان بالعموم غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور ان میں سے کسی بھی نعمت سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

## صحت کو غنیمت سمجھا جائے

احادیث میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جب تک صحت اور تندرستی

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الصوم، باب فی صوم اشہر الحرم۔ ابن ماجہ، کتاب الصوم، باب صیام اشہر الحرم۔
[۲] بخاری، کتاب الرقاق، باب ماجاء فی الرقاق۔ ترمذی، ابواب الزہد۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور فرصت کے اوقات حاصل ہیں آدمی انھیں غنیمت سمجھے، ان کی قدر کرے اور اس دھوکے میں نہ رہے کہ یہ دولتِ گراں بہا ہمیشہ حاصل رہے گی اور کبھی اس پر زوال نہیں آئے گا۔ وہ نہیں جانتا کہ کب صحت جواب دے جائے گی اور کب لمحات فرصت چھن جائیں گے۔ اس کے بعد بہت سے نیک کام جو وہ کرنا چاہتا ہے کر نہیں پائے گا اور حسرت اور افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کی۔ فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اغتنم خمسا قبل خمس | پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں (کی آمد) |
| شبابك قبل هرمك وصحتك | سے پہلے غنیمت سمجھو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے |
| قبل سقمك وغناك قبل | سے پہلے، اپنی صحت کو مرض سے پہلے، |
| فقرك وفراغك قبل شغلك | اپنی دولت اور تونگری کو فقر و احتیاج |
| وحياتك قبل موتك [1] | سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے |
| | پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ |

حدیث میں 'غنیمت' کا لفظ اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ نعمتیں انسان کو اس کی سعی وجہد کے بغیر مفت میں مل گئی ہیں، اس لیے وہ ان کی قدر و قیمت نہیں محسوس کرتا لیکن جب یہ یکے بعد دیگرے چھنتی چلی جائیں گی تو پتہ چلے گا کہ ان میں سے ایک ایک چیز کتنی گراں مایہ تھی اور کس بے خبری اور غفلت میں ضائع ہوتی چلی گئی۔

اسی مفہوم کی ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| بادروا بالاعمال سبعا | سات چیزوں سے پہلے نیک اعمال |
| هل تنتظرون الا الى فقر | میں جلدی کرو (ورنہ اس کے معنی یہ ہیں کہ) |

---

[1] حاکم مستدرک: ۴/۳۰۶، شرح السنۃ: ۱۴/۲۲۴ نیز ملاحظہ ہو مناوی، فیض القدیر: ۲/۱۶
مشکوٰۃ (کتاب الرقاق) میں یہ حدیث ترمذی کے حوالہ سے نقل ہوئی ہے لیکن ترمذی میں نہیں ملی۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



منسٍ اوغنیً مطغ او
مرضٍ مفسد اوھرم
مفند اوموت مجھزٍ
اوالدجال فشر غائب
ینتظر اوالساعۃ و
الساعۃ ادھی
وامر[1]

تم بس انتظار کرتے ہو ایسی غربت اور
احتیاج کا جس کی پریشانی سب کچھ بھلادے،
یا ایسی تونگری کا جو سرکشی اور بغاوت میں
مبتلا کردے، یا ایسے مرض کا جو صحت کو
بگاڑ کر رکھ دے یا ایسے بڑھاپے کا جس
میں عقل وخرد جاتی رہے اور آدمی کو زبان
پر قابو نہ رہے یا جلد آنے والی موت کا، یا دجال
کا، یہ وہ شر غائب ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت
کا اور قیامت تو بڑی سخت اور بڑی تلخ حقیقت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑا اور فرمایا۔

کن فی الدنیا کانک غریب
اوعابر سبیل۔

دنیا میں اس طرح رہو گویا تم پردیسی اور
اجنبی یا راہ گیر اور مسافر ہو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نصیحت فرماتے تھے۔

اذا امسیت فلا تنتظر
الصباح واذا اصبحت
فلا تنتظر المساء وخذ

جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار
نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار
نہ کرو صحت سے مرض کے لیے فائدہ اٹھاؤ

---

[1] ترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی المبادرۃ بالعمل۔ اس کے ایک راوی محرز بن ہارون کو امام بخاریؒ نے منکر الحدیث، کہا ہے۔ یہ حدیث ایک دوسری سند سے آئی ہے جسے حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور امام ذہبی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ مستدرک: ۴/۳۲۰-۳۲۱ لیکن اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام بغوی نے شرح السنۃ میں پوری روایت نقل کی ہے اور مذکورہ ضعف کا بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۴/۱۶۳-۱۶۴۔ اس طرح اس حدیث میں، ایک راوی کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے، ضعف ہے۔ مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو ناصر الدین البانی کی سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۴/۱۶۳-۱۶۴۔ لیکن اوپر کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ (کتاب الرقاق) میں ترمذی اور نسائی کا حوالہ ہے۔ لیکن ان میں یہ حدیث نہیں ملی۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



من صحتك لمرضك — (یعنی حالت صحت میں اس طرح عمل کرو
ومن حیاتك لموتك[1] — کہ مرض میں کمی رہ جائے تو اس کی تلافی ہو جائے)
اور اپنی زندگی سے موت (کے بعد) کے لیے
فائدہ اٹھاؤ۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

خذ من صحتك قبل — اپنی صحت سے بیمار ہونے سے پہلے
سقمك ومن حیاتك قبل — اور اپنی زندگی سے موت سے پہلے فائدہ
موتك فانك لاتدری — اٹھاؤ اس لیے کہ اے عبداللہ! تم نہیں
یاعبداللہ مااسمك غداً[2] — جانتے کہ کل تمہارا کیا نام ہوگا۔

مطلب یہ کہ جو مہلت حیات اور صحت کی دولت ملی ہے اسے غنیمت سمجھو، اس لیے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کب تک عمل کا وقت باقی ہے۔ کل اس کا شمار زندوں میں ہوگا یا ان لوگوں میں جو اس دنیا سے چلے گئے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نہیں معلوم اس کا ذکر نیک لوگوں میں ہوگا یا یہ کہا جائے گا کہ ایک غلط کار تھا، اچھا ہوا کہ دنیا سے اٹھ گیا۔

## حالت صحت میں نیکی کا ثواب زیادہ ہے

صحت اور تندرستی کے ساتھ جوش اور ولولہ ہوتا ہے، پیش قدمی اور آگے بڑھنے کا جذبہ موجزن رہتا ہے، آدمی بڑے بڑے مادی منصوبے اور اسکیمیں بناتا ہے۔ دنیوی کامیابی کے امکانات تلاش کرتا اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، اس وقت کسی خدا کے بندے کا اس کے دین کی طرف متوجہ ہونا اور اپنی قوت وصلاحیت اور وسائل وذرائع کو اس کے راستہ میں صرف کرنا بڑی قدر وقیمت رکھتا ہے اور اس

---

[1] بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبیؐ کانك غریب۔

[2] ترمذی، ابواب الزہد، باب ماجاء فی قصر الامل۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے، اس کے برخلاف اس وقت امورِ خیر کی اہمیت اور قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے جب کہ بڑھاپے کی وجہ سے جذبات سرد پڑ چکے ہوں، تمنائیں اور آرزوئیں دم توڑ رہی ہوں اور آدمی کاروبارِ دنیا سے فارغ ہو کر آخرت کے لیے رختِ سفر باندھ رہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ آدمی زندگی کے جس مرحلہ میں بھی عبادت و اطاعت کے لیے وقت نکالے اور مال و دولت خرچ کرے، اس کے صلہ سے محروم نہ ہوگا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ کس صدقہ کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ان تصدق و انت | تم اس وقت صدقہ کرو جب تمہیں |
| صحیح شحیح تخشی | صحت و تندرستی حاصل ہو، طبیعت |
| الفقر وتأمل الغنی ولا | میں مال کی حرص ہو، تونگری کی توقع |
| تمهل حتی اذا بلغت | ہو۔ (صدقہ میں اتنی) تاخیر نہ کرو کہ حلق تک |
| الحلقوم قلت لفلان | جان پہونچ جائے تو کہو کہ یہ چیز فلاں کی |
| کذا ولفلان کذا وقد | ہے اور یہ فلاں کی۔ وہ تو اب فلاں |
| کان لفلان[1] | کی ہو ہی چکی۔ |

یہ حدیث بتاتی ہے کہ خدا کی راہ میں اس وقت کے انفاق اور خیرات کا اجر و ثواب ہی کچھ اور ہے جب کہ آدمی صحت و تندرستی سے مالا مال ہو، آنکھوں کے سامنے ترقی کے امکانات ہوں اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کو جی نہ چاہے اور ہاتھ نہ بڑھے۔ یہ نہیں کہ جب موت سر پر منڈلانے لگے، دولت اور ملکیت ختم ہونے جا رہی ہو اور دوسروں کے قبضہ کا وقت قریب آچکا ہو آدمی سوچے کہ راہِ خدا میں بھی کچھ صدقہ و خیرات کر کے آخرت کا ثواب حاصل کرلے۔

اس حدیث میں حالتِ صحت میں انفاق کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ایک دوسری

---

[1] بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل الصدقۃ الشحیح الصحیح۔ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ان افضل الصدقۃ صدقۃ الصحیح الشحیح۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حدیث میں کہا گیا ہے کہ عہد شباب میں، جب کہ زندگی، تازگی اور توانائی سے معمور ہوتی ہے، عبادت وریاضت کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی قدر وقیمت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے انسانوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا۔ ان میں سے ایک خوش قسمت انسان کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

وشاب نشأ فی عبادة الله[1] — وہ جوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو۔

# طاقت کا غلط استعمال تباہی کا باعث ہے

ذہنی وفکری صلاحیت اور جسمانی قوت دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ ان کا استعمال پاکیزہ اور اعلیٰ مقاصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور وہ ناپاک اغراض اور ادنیٰ مقاصد میں بھی صرف ہو سکتی ہیں۔ افراد کی طرح قوموں کی کامیابی کا انحصار ان کے صحیح استعمال پر ہے، اسلام اسی پر زور دیتا ہے۔ ان کے غلط استعمال کے بعد دیر سویر ناکامی مقدر ہو جاتی ہے۔ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے پیغمبروں کی تاریخ ہمارے سامنے رکھی ہے۔ جن قوموں نے ان کی مخالفت کی وہ عقل وخرد سے محروم نہیں تھیں، سوچنے سمجھنے کی خوب صلاحیت رکھتی تھیں اور جسمانی لحاظ سے بھی توانا اور مضبوط تھیں۔ لیکن اپنی فراست و دانائی اور طاقت و توانائی کے غرّہ میں انھوں نے حق وصداقت کو ٹھکرا دیا، مسلسل پیغمبروں کے درپے آزار رہیں اور انھیں اپنے راستے سے ہٹانے کی تدبیریں کرتی اور ہلاک کرنے کے منصوبے بناتی رہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس طرح تباہ ہوئیں کہ صفحۂ زمین سے ان کا نام ونشان تک مٹ گیا۔ قرآن مجید نے اس کی مثالیں بھی دی ہیں۔ اور ان کے استکبار اور تباہی کا عمومی ذکر بھی متعدد مقامات پر کیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ — تو کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ

---

[1] بخاری، کتاب الزکوٰة، باب الصدقة بالیمین۔ مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل اخفاء الصدقة۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا
اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ
قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ
اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ۝ فَلَمَّا
جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ
الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْا
بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ
وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝
فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ
لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ
الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ
وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

(المومن: ۸۲-۸۵)

دیکھتے ان سے پہلے کے لوگوں کا کیا
انجام ہوا۔ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے
اور ان سے زیادہ طاقتور بھی تھے۔ انھوں
نے زمین میں ان سے زیادہ اپنی نشانیاں
چھوڑیں، لیکن جو کمائی وہ کر رہے تھے وہ
ان کے کچھ کام نہ آئی جب ان کے پاس ان
کے رسول کھلے دلائل کے ساتھ آئے تو
وہ اپنے اس علم پر اترانے لگے جو ان کے
پاس تھا۔ پھر اس چیز نے انھیں گھیر لیا جس
کا وہ مذاق اڑا رہے تھے۔ جب انھوں نے
ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد
پر ایمان لے آئے اور ہم ان چیزوں کا انکار
کرتے ہیں جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک
کر رہے تھے۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھنے کے
بعد ان کا ایمان لانا ان کے حق میں کچھ نفع
نہیں دے سکتا تھا یہی اللہ کی سنت ہے
جو اس کے بندوں میں (پہلے سے) چلی آئی
ہے اور انکار کرنے والے وہاں ہلاک ہو گئے[1]

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ عقلی اور مادی طاقت کا صحیح استعمال جس طرح کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح جب وہ غلط راہوں میں صرف ہونے لگتی ہے تو ہلاکت اور بربادی سے ہم کنار کر دیتی ہے۔ بڑی بڑی نامور تہذیبیں اور سرکش قومیں اس کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ کامیابی اور ناکامی کا آج بھی وہی قانون ہے جو کل تھا۔ اس میں نہ پہلے کوئی تبدیلی آئی اور نہ اب آئے گی۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا

---

[1] یہ مضمون اسی سورت کے دوسرے رکوع میں بھی بیان ہوا ہے۔ (آیت ۲۱، ۲۲)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی نے اپنی اردو اور انگریزی مطبوعات کے علاوہ دیگر اہم مکتبوں کی بلند پایہ علمی و دینی کتب کی فراہمی کا انتظام کیا ہے۔ تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ اسلام سے متعلق چند اہم کتب کی فہرست دی جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کتب بھی یہاں سے فراہم کی جاسکتی ہیں۔ منیجر

| | | | |
|---|---|---|---|
| فی ظلال القرآن دوم | -/۸۵ | تدوین حدیث (مولانا مناظر احسن گیلانی) | -/۷۰ |
| " سوم | -/۱۰۰ | تاریخ الخلفاء (امام سیوطی) | -/۷۵ |
| " پارہ عم | -/۹۰ | مقدمہ ابن خلدون ۲ جلدیں | -/۱۵۰ |
| تفہیم القرآن مکمل ۶ جلدیں | -/۵۰۵ | سیرت النبی (ابن ہشام) ۲ جلدیں | -/۲۲۵ |
| تلخیص تفہیم القرآن | -/۱۶۰ | رحمۃ للعالمین | -/۱۲۵ |
| ترجمۂ قرآن (مختصر حواشی) | -/۹۰ | سیرت سرور عالم اول و دوم | -/۱۴۰ |
| تفسیر ابن کثیر مکمل | -/۴۷۰ | الفاروق | -/۳۰ |
| بخاری شریف مکمل (مترجم) | -/۴۹۰ | حیات ابو حنیفہ (ابو زہرہ مصری) | -/۷۵ |
| مسلم شریف " | -/۳۵۰ | رسول رحمت (ابو الکلام آزاد) | -/۱۲۵ |
| ترمذی شریف ۲ جلدیں | -/۲۶۰ | انبیاء کرام " | -/۴۰ |
| ابو داؤد شریف ۳ جلدیں | -/۲۹۰ | محمد رسول اللہ (توفیق الحکیم) | -/۵۰ |
| سنن ابن ماجہ | -/۱۹۰ | تاریخ افکار و علوم اسلامی اول و دوم | -/۷۰ |
| سنن نسائی | -/۲۹۰ | | |
| مشکوٰۃ المصابیح ۳ جلدیں | -/۲۵۰ | سیرت النبی (علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی) مکمل ۷ حصے | -/۳۰۰ |
| موطا امام مالک | -/۱۴۰ | خلفائے راشدین (مولانا معین الدین ندوی) | -/۴۰ |
| موطا امام محمد | -/۹۰ | تاریخ اسلام (اکبر شاہ نجیب آبادی) مکمل ۳ جلدیں | -/۱۸۰ |
| ریاض الصالحین ۲ جلدیں | -/۱۵۰ | آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر | -/۱۴۰ |
| ترجمان الحدیث اول، دوم | -/۱۰۰ | مختصر تاریخ اسلام (مولانا غلام رسول مہر) | -/۴۰ |

پتا: پانے والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱



© rasailojaraid.com